International Research Journal of Religious Studies, Vol.:3, Issue: 02,July-Dec 2023 PP: 22-44

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

اقوال صحابہ وائمہ مجتہدین اور اجماع امت کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت اور موجودہ دور میں اس کے تقاضے

THE BELIEF OF KHATAM E NABUWAT IN THE LIGHT OF SAYING OF SAHABA,MUJHTAHIDEEN, IJMAA AND ITS ESSENTIALITY IN CURRENT ERA

Abdul Qadir Rahimoon
Assistant Professor Islamic studies
Government Degree College Umerkot.
Email : *rahimoonrasheed@gmail.com*
https://orcid.org/0009-0008-5579-3454

Hafiz Noor Muhammad
Assistant Professor Islamic studies
Government Degree College Umerkot Umerkot.
Email : *noormuhammadnohri13@gmail.com*
https://orcid.org/0009-0000-1578-4950

Abstract

Allah Almighty started the chain of prophethood from Hazrat Adam peace be upon him, and ended it with the last prophet Muhammad peace be upon him. The belief of the end of prophet hood is clearly proven from the Holy Quran as well as traditions of holy prophet and Ijmaa-e-Ummah. The Muslim Ummah since last fourteen hundred years continuously agrees on this point that the term of Khatam e Nabuwat as end of the prophet hood has been a unanimous belief of the Ummah. The belief of prophet hood is the basic and important belief of Islam, on which the whole edifice of Islam is built. Therefore, if there were not belief of the end of prophet hood in Islam then perhaps the Islamic commandments would not be safe with us till today. so the belief of Khatam e Nabuwat is the source of protection of Islam, therefore the infidels have always tried to undermine and amend this faith of islam since the beginning and are

CC BY

continuously doing so that there may be obstacles in the popularity and unity of the religion of Islam somehow so that the faith of those who believe in Isam should be amalgamated with confusions. for this purpose the chain of conspiracy of the false claim for Prophecy starts from Musailma Kazab: fake prophet during the life of holy prophet and continue till the days of Mirza Ghulam Ahmed. While holy prophet PBUH has been declared as last messenger through not only holy Quran Majid but more than two hundred traditions of prophet as well as Ijmaa of Muslim ummah. Therefore to accept someone else as a prophet after the last Prophet is equal to denying the claim of holy Quran as well as traditions and unity of Ummah. Therefor those who claim prophecy after Muhammad may Allah blesses him have been called liars or false prophet. In fact he was the last one of the chain of Prophets therefore muslim ummah in each era exactly considered Muhammad SA as a last messenger , and all interpreters of holy Quran as well as traditions and philosophers of Islam in all-era became unanimous on that stance. This matter of islam became of unity of ummah.so this is the time of reasoning and It is to walk in the light of divine revelation with the help of reason, therefore dejection from majority(Jamhoor) is beyond the reasoning. So this faith has brought the whole Ummah to the path of unity. Moreover this is the belief that has not been suspicious but prominent scholars, saints and philosophers have clearly proven that the term Khatam-e-Nabuwat is unanimously meant as a last messenger of almighty God and there is no any prophet who claim after him as a reflective prophet (Zilli) or Shariah less prophet and other kind of new interpretation for prophet.

***Key Words**: Khatam Nabuwat, Ijma-e-Umat, false prophecy, Jamhoor, Ummah.*

موضوع کا تعارف

قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ جو تعداد میں تقریبا دو سو سے زیادہ ہے، اس بات کی کی واضح ثبوت ہیں کہ ہمارے آقا خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد کوئی بہی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی ہے اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، چاہے وہ نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی نبی ہو۔ یہ مسئلہ ملت اسلامیہ کی اجماعی اور لوازمات دین میں سے ایک ہے۔ اس قطعی اور اجماعی امت مسلمہ کے موقف پر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک چودہ سو سال سے امت کا حتمی اجماع رہا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کے ھر زمانے کا عام مسلمان بھی اس اجماعی اور اتفاقی مسئلہ میں نہیں تو شک کر سکتا نہ ئی اسکا انکار کر سکتا ہے، اسی وجہ سے ہر زمانے میں علماء کرام، محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمیں اور صوفیاء کی اکثر اور جمھور جماعت کی بے شمار

اقوال اور تصانیف ختم نبوت کے اصولی مؤقف اور اجماعی عقیدہ کی واضح گواہ ہیں۔ اور جمہور امت مسلمہ کا ھر زمانے میں یہ اصولی مؤقف رہا کہ نہ صرف قرآن مجید اور بیشمار احادیث رسول کی روشنی میں آپ ﷺ کا خاتم النبیین ھونا ثابت ہے بلکہ جمہور امت مسلمہ اور اجماع امت نے بھی آپ ﷺ کا خاتم الانبیاء ھونا اسی معنی میں سمجھا ہے جیسے امت مسلمہ کے اکثر علماء کی جماعت اپنی تفاسیر و تصانیف میں بیان کرتے رہے ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید نے مکمل وضاحت کے ساتھ آپ ﷺ کے خاتم الانبیاء ھونے کا اعلان فرمایا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[1]

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور انبیاء کی نبوت کے مہر ہیں۔

اسی طرح صحابہ رضہ نے بھی قرآن مجید آیت کریمہ کا یہی مقصد سمجھا ہے جیسا کہ بے شمار اقوال صحابہ اس کے شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (568ء) قرآن کے ترجمان کے لقب سے مشہور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وَخَاتَمَ النَّبِيِّين اى ختم الله به النبيين قبله فلا يكون نبي بعده.[2]

خاتم النبیین لفظ کا معنی یہ ہے کہ اللہ جل جلالہنے جو انبیاء علیھم السلام مبعوث فرمانے کا سلسلہ شروع فرمایا تھا وہ حضور محمد ﷺ کی ذات اقدس پر ختم فرمادیا ہے پس آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا۔"

اسی طرح امام ابو جعفر ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں "خاتم الانبیاء" کی تفسیر کے بارے میں حضرت قتادہ رضہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

عن قتاده ولكن رسول الله وخاتم اللنبيين اي اخرهم[3]

صحابیِ رسول حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ وہ سورہ احزاب کی آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء علیھم السلام میں آخری ہیں یعنی آخری نبی ہیں۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا آیت میں، جس میں وہ اپنی قرآت نقل کرتے ہیں، یہ بھی ان واضح الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں کہ نبوت آپ ﷺ ذات اقدس پر ختم ہو گئی ہے۔

ولکن نبیا ختم اللنبیین۔

اور وہ نبی ہیں جن پر نبوت ختم ہوئی۔

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ سیوطی رح در منثور میں ابن حمید کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضہ نے فرمایا

عن الحسن رضه في تفسير الايت" وخاتم النبيين" قال ختم الله النبيين بمحمد ﷺ وكان اخر من بعث .

آیت "خاتم النبیین" کی تفسیر کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر پر ختم فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں ان جمیع رسل میں سے جو سب سے آخر میں بھیجے گئے تھے۔[4]

عن الشعبي قال رجل عند المغيره بن الشعبه " صلي الله علي محمد خاتم الانبياءِ لا نبي بعده فقال المغيره حسبک اذا تلت خاتم الا نبياءِ فانا کنا نحدث ان عيسي بن مريم خارج .[5]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سامنے عرض کیا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کافی تھا کہ جب آپ نے خاتم النبیین کہہ دیا تو "لا نبی بعدہ" کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہم سے یعنی بے شمار اصحاب رضہ روایات ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے بعد اترنے والے ہیں نہ کے مبعوث ھونے والے ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ خاتم الانبیاء کے کلمات سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ احادیث میں جو آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت کے وقت یعنی آخر میں اترے گا اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت سے پہلے نبی تھے، اس لیے صرف لفظ خاتم الانبیاء ہی اس معنیٰ اور مقصد کو پورا کر رہا ہے۔[6]

اسی طرح فقھاء کی جماعت میں اماا عظم رح نے بھی خاتم النبیین کا مقصد وہی فرمایا جو جمہور امت کا عقیدہ رہا ہے

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک تو آقا ﷺ کی نبوت کے بعد کسی نبوت کے دعویدار سے دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔ اس حوالے سے آپ کا موقف یہ ہے:

وتنبأ رجل في زمن أبي حنيفة رحمه الله وقال أمهلوني حتى أجي بالعلامات. وقال أبو حنيفة رحمه الله من طلب منه علامة فقد كفر لقول النبي : لا نبی بعدی۔[7]

امام ابو حنیفہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ اپنی نبوت پر دلائل پیش کروں، حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا جو شخص حضور سید الکونین ﷺ کی ختم نبوت کے بعد اگر نبوت کا دعوی کرے تو وہ بھی کافر ہے اور جو شخص اس س جھوٹے نبوت کے دعویدار سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

إن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبي بعده أبداً وعدم رسول الله أبداً وأنه ليس فيه تأويلولا تخصيص فمنكر هذا لا يكون وإلا منكر الإجماع.[8]

بیشک تمام امت محمدیہ ﷺ نے اس لفظ (یعنی خاتم النبیین اور لا نبی بعدی) سے اور قرائن احوال سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ رسول، نیز یہ کہ اس میں کسی قسم کی نہ کوئی تاویل ہو سکتی ہے نہ تخصیص پس اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔"

اپنی تفسیر میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ خاتم الانبیاء کا یہ کلمہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے قدیم اور جدید علماء میں بالکل عام ہے جس کا واضح تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اطہر کے بعد کوئی بھی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔[9]

حجت الاسلام امام غزالی الاقصاد فی الاعتقاد میں لکھتے ہیں کہ

بلاشبہ اجماع امت نے اس لفظ یعنی خاتم النبیین سے یہ سمجھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، اس کلمہ کی اس معنی پر امت کا اجماع ہے جس میں کسی قسم کی نہ تخصیص ہے لھذا اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔[10]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کی نبوت کے مہر ہیں، یعنی (ان کو ختم کرنے والے) رسول نہیں آئیں گے۔ لہٰذا اس آیت میں نبی اور آپ کے بعد رسول کی نفی کی گئی ہے، اس لیے جب نبی کے آنے کی نفی ہوئی تو رسول کی نفی زیادہ ہو گئی کیونکہ رسول کا کلام نبی سے زیادہ خاص ہے۔ ہر رسول نبی ہو سکتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہو سکتا، لھذا اللہ تعالیٰ کے قدرت کے خزانے میں نبوت اور رحمت کی جو بھی نعمت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائی، یہی سبب ہے کہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی، آخر المرسلین اور رحمت العالمیں کے اعزاز سے نوازا گیا، آقا دو جھاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالی نے سو سے زائد آیات بھی نازل فرمائیں۔ اور امت کا پہلا اجماع بھی حضرت ابو بکر صدیق رضہ کے دور میں ہوا، اور یہ اجماع بھی مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں تھا، اسی لیے یہ عقیدہ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور پورا دین اسلام اسی پر استوار ہے۔ اور یہ ختم نبوت کا عقیدہ ہے اسی میں امت مسلمہ کا اتحاد مضمر ہے اور یہ اجماع امت بھی ہے۔[11]

امام ابن قیم لفظ عاقب اور خاتم کو ہم معنی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعاقب الذي جاء عَقِبَ الأنبياء فليس بعده نبي فإن العاقب هو الآخر فهو بمنزلة الخاتم.[12]

اور آپ ﷺ عاقب ہیں یعنی آپ تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے۔ لھذا آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کوئی بھی دوسرا نبی نہیں ہے، سو عاقب سے مراد آخری ہے اور یہ خاتم کے ہم معنی ہے۔"

امام ابن حجر عسقلانی یوں رقم طراز ہیں:

وفضل النبي ﷺ على سائر النبيين، وان الله خاتم به المرسلين وأكمل به شرائع الدين.[13]

حضور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت رکھتے ہیں اور اللہ نے آپ پر رُسل عظام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا اور آپ ﷺ کے ذریعے شریعت کی تکمیل فرمادی۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ختم نبوت کے متعلق اپنے موقف کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

انسدت ابواب الاوامر والنواهی فمن ادعاها ای النبوة بعد محمد ﷺ فهو مدع الشريعة يوحى بها إليه سواء وافق بها شرعنا أو خالف فان كان مكلفاً عقيدة الختم النبوت ضربنا عنقه وإلا ضربنا عنه صفحاً.[14]

رفع نبوت کے بعد اب اولیاء کے لیے تعریفات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور الوہی اوامر و نواہی کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں پس جو کوئی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ اپنی طرف وحی کردہ نئی شریعت کا مدعی ہو گا، برابر ہے کہ وہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف، پس اگر وہ مکلف یعنی عاقل بالغ ہے تو ہم (اہل قضا) اسے قتل کی سزا دیں گے اور اگر مجنون ہے تو ھم اس سے کنارا کشی اختیار کریں گے۔

محی الدین حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

باید دانست که منصب نبوت ختم بر ختم الرسل شده است علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات.[15]

جان لینا چاہیے کہ منصب نبوت ختم الرسل حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔"

خاتم انبیاء محمد رسول الله است صلی الله تعالی وسلّم وعلی اله وعلیهم اجمعین و دین او ناسخ ادیان سابق ست و کتاب او بهترین کتب ما تقدم ست و شریعت او را ناسخی نخواهد بود بلکه تا قیام قیامت خواهد ماند و عیسی علی نبینا وعلیه الصلوة و السلام که نزول خواهد نمود عمل بشریعت او خواهد کرد و بعنوان امت اوخواهد بود.[16]

محمد رسول اللہ علم تمام انبیاء علیہم السلام کے خاتم اور آپ ﷺ کا دین ادیانِ سابقہ کا ناسخ ہے اور آپ ﷺ کی کتاب پہلی کتب کو ناسخ کرنے والی ہے، آپ ﷺ کی شریعت کا ناسخ کوئی نہیں ہو گا اور قیامت تک یہی شریعت رہے گی، حضرت عیسیٰ علیہ سلام جو نزول فرمائیں گے وہ بھی آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع ہی کریں گے۔

اجماع امت

لھذا جب بھی کسی شخص نے اس مسئلہ کے خلاف رائے دی ہے، امت نے اسے کینسر سمجھ کر اپنے جسم سے الگ کر دیا ہے، اس لیے ختم نبوت کا دفاع یا تحفظ ہمیشہ دین کا حصہ رہا ہے۔ آقا ﷺ نے اپنی دور میں جھوٹے انبیاء کو ختم کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کے لیے ایک عملی نمونہ پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور حیات میں حضرت فیروز دلمی کو اسود عنسی کو قتل کرنے اور حضرت ضرار بن ازو کو طلیحہ اسدی کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے سلسلہ انبیاء پر مہر ثبت ہوگئی۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو سب کے آخر میں رکھا گیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ جیسا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ اگر اب حضرت موسیٰ علیہ السلام زمین پر زندہ ہوتے تو میری امت بن کر آپ کی پیروی کرتے۔ محققین کا خیال ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی ادوار میں آپ ﷺ کی روحانیت سے مستفید ھوتے رھتے تھے جس طرح رات کو چاند سے اور ستارن کو سورج سے روشنی حاصل ھوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی روشنی سے مستفید ہوتے رہتے ہیں اگرچہ رات کے وقت سورج نظر نہیں آتا، لیکن جس طرح روشنی کے تمام اسباب اور ذرائع کا تعلق سورج سے ہے، اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام درجات اور کمالات کی روح بھی خاتم الانبیاء پر ئی ختم ہوتی ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پہلو، مرتبے اور زمانہ میں خاتم الانبیاء ہیں دین اسلاجو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ دین بنی نوع انسان کو اس کی کامل اور آخری شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عطاہوا اور دین اسلام کی تعلیمات قرآن کریم کی صورت میں آپ ﷺ پر نازل ہوئیں۔ یہ کلام پاک محفوظ بھی اسلئے ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں ور اس کلام الھی میں کسی لفظ کی ہیر اپھیری نہیں ہوی ہے، بلکہ ھر حرف کے املا اور تلفظ میں بھی معمولی تبدیلی آج تک نہیں ہوئی۔[17]

منکرین عقیدہ ختم نبوت کے ان تمام شواہد کی تردید کرتے ہوئے یہ تحریف کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان تمام قرآنی آیات اور احادیث سے مراد ختم نبوت تشریعی ہے لہذا غیر تشر تشریعی نبوت کا دروازہ کھلا ھوا ہے حالانکہ احادیث نبویہ میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ ختم نبوت سے مراد ختم نبوت تشریعی ہے بلکہ یہ واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ بغیر تخصیص کے خاتم الانبیاء ھین۔ اور اسی طریقے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضہ کی پوری جماعت نے اور پوری امت مسلمہ کے مفسرین، محدثین ، ائمہ مجتھدین اور اکابرین علمائے کرام نے کبھی بھی اس مسئلے میں تخصیص نہیں کی ہے۔ چودہ سو سال سے لے کر آج تک علماء امت نے ختم نبوت کے مسئلہ میں تصریح کی ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں آیات قرآنی اور آحادیث نبوی سے مراد ھر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہے یعنی تشریعی وغیر تشریعی نبوت کا خاتمہ مراد ہے۔ اور اسی کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر میں تیسرا یا چوتھا درجہ اجماع امت کا ہے، یعنی پہلا درجہ قرآن مجید کا تفسیر قرآن مجید کی دوسری آیت سے کیا جاے اور دوسرا درجہ قرآن مجید کی آیت کا تفسیر حدیث شریف سے کیا جاے۔ اگر قرآن کریم کی آیت کی دوسرے آیت میں کوئی وضاحت نہ ہو تو اس آیت کی تفسیر حدیث شریف سے کی جائے گی۔ اگر یہ دونون قسم تفسیر کے مفقود ہیں تو تیسرا درجہ جمھور امت کے عمل کو قابل اتباع تصور کیا گیا ہے 18

امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ اللہ جل جلالہ کے تمام رسل وانبیاء علیہم السلام میں سے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ ﷺ کے مبعوث ھونے کے ساتھ ہی نبوت ورسالت کا سلسلہ اپنے خاتمہ کو پہنچ چکا ہے۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی پیدا ہو گا اور نہ ہی رسول۔ اس پر کوئی دوسری رائے نہیں کہ اگر کوئی شخص حضور نبی مکرم کی نبوت و رسالت کے بعد نبوت یا رسالت کا دعوی کرے چاہے وہ شخص نبوت کی دعوی کسی معنی میں بھی کرے وہ کافر، مرتد اور خارج از

اسلام ہے۔ لھذا جملہ متقدمیں ومتاخرین ائمہ تفسیر نے قرآن مجید کی سورۃ احزاب کی آیت:۴۰ کی تفسیر ووضاحت کرتے ہوئے خاتم النبیین کا معنی آخری نبی اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہی کیا ہے۔

اجماع کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے آقا ﷺ کی بدولت جو لاتعداد انعامات عطا کیے ہیں، ان میں ایک اجماع بھی ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ کی شرعی حیثیت پر امت کے علماء کا اتفاق ہو تو یہ اجماع ہے۔ اسکا حکم بھی بعینی اسیطرح واجب الاتباع ھوتا ہے جس طرح قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ پر عمل کیا جانا چاہیے۔ بعینی اسیطرح اجماع کے حکم پر عمل کیا جائیگا۔ یعنی اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے واضح احکام ہیں، جن کی حقیقت دوسری الفاظ میں اس طرح ہے کہ: جب آپ ﷺ کے بعد نبوت ختم ہے تو آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہو گا جس کے حکم کو غلطی سے پاک تصور کیا جائے اور خدا کے حکم کا ترجمان سمجھا جائے لھذا اس الہی رحمت سے امت مسلمہ کو اس انعام واکرام سے نوازا گیا ہے کہ امت محمدیہ کا کسی بھی مسئلہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں اجماع یعنی متفق ھونے کو واجب الاتباع کا درجہ دیا گیا ہے [19]

لھذا پوری امت کسی بھی مسئلے کی برائی یا اچھائی کے بارے میں اتفاق کر لیں اسکا مطلب یہ ھی ہو گا کہ اللہ تعالی اور آقا ﷺ کی بھی یھی مرضی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ:

لن تجتمع امتی علی الضلالہ

میری صالح امت کبھی گمراہی پر راضی نہ ہو گی۔

جیسا کہ امام المعقول علامہ تفتازانی اجماع امت کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

اپنی مشہور کتاب التوضیح فی حل غوامض التنقیح میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کی حجیت کے بعد اجماع امت کو واجب الاتباع کا درجہ دیا گیا ہے۔

وہ حکم جس پر امت محمدیہ ﷺ کے مجتہدین کا کسی بھی وقت اتفاق ہو تو وہ حکم بلکل واجب الاتباع ہے اور اس متفقہ حکم کی پابندی کریں، یہ اجماع امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی پر بھی وحی نازل نہیں ہو گی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے کہ: ہم نے تمہارے دین کو تم پر مکمل کر دیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جو احکام صریح وحی سے ثابت ہیں وہ سب احکام بنسبت روز پیش آنے والے واقعات کے احکام بہت کم ہیں اس لیے ان واقعات کے احکام بہت زیادہ ہیں اسلئے ان تمام واقعات کے احکام اگر صریح سے نہیں ملتے اور انکا حکم اجماع اور قیاس سے بھی نہیں ملیں گے تو شریعت میں انہوں کے متعلق احکام کا نہیں ملنا لازم آئیگا جو دین کا کامل اور مکمل ھونا باقی نہیں رہے گا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس امت کے مجتھدین کو نصوص وحی کے ذریعی ان واقعات کے احکامات معلوم کرنے کا حق ھو20

لھذا جس طرح قرآن مجید اور حدیث شریف کے متن سے احکام ثابت ھوتے ہیں اسیطرح باتفاق علماء امت اجماع سے بہی قطعی احکام ثابت ھوتے ہیں۔

اجماع صحابہ

اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق علماء اصول کا اتفاق ہے کہ اگر صحابہ کرام کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا ثابت ہے تو یہ بلکل اسیطرح قطعی ہے جیسے قرآن مجید کی آیت کا حکم قطعی ہوتا ہے۔

اس کے متعلق علامہ ابن تیمیہ رح نے اقامۃ الدلیل میں کہاہے کہ:

ترجمہ: اجماع صحابہ رضی اللہ عنہ حجت قطعی ہے اور اس کی پیروی واجب ہے بلکہ تمام شرعی حجتون کیطرح موکد اور سب سے مقدم ہے، کیونکہ یہ بات اپنی جگہ (کتابِ اصول) میں باتفاق تمام فقہاء اور اھل علم ثابت ھوچکی ہے اس میں تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور کسی کا بہی اختلاف نہیں ہے۔ [21]

صحابہ کرام کا پہلا اجماع

اسلامی تاریخ میں بارہا ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پہلا اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اس کے منکرین کو مرتد اور واجب القتل ھونے کے بارے میں ہے۔ سب سے پہلی مہم یا جہاد جو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضورؐ کی رحلت کے بعد شروع کی وہ منکرین ختم نبوت کی جماعت کے خلاف تھی۔ مہاجرین وانصار کی جماعت نے صرف دعویٰ نبوت کی بنیاد پر مسیلمہ کذاب اور اسکی جماعت کو کافر قرار دیا[22] اور باجماع صحابہ رضہ ان جھوٹے نبوت کے دعویداروں کے ساتھ وہی برتاؤ کیا گیا جو باقی منکرین اللہ جل جلالہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ یہ اسلام کا پہلا اجماع ہے۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب نے بہی مرزا غلام احمد کیطرح قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھابلکہ بیعینی مرزا کیطرح اس نے اپنی نبوت پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہی ایمان رکھتے تہے۔ یہاںتکہ مسیلمہ کذاب جب بہی آذان میں اشھد ان محمد الرسول اللہ کے الفاظ جب سنتا تھا تو یہ کھتا تہا کہ:

"یہ حقیقت بلکل سچ ہے" جیسا کہ

تاریخ طبری میں ہے۔

مسیلمہ کذاب کے مؤذن عبداللہ بن نواحہ جب آذان میں یہ گواہی دیتا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اقامت صلوۃ حجیر ابن عمیر کہتے تہے۔ جب وہ اقامت کہتے تہے اور شہادت محمد کی جگہ پہنچتا تہا تو مسیلمہ کذاب بلند آواز میں کہتا تھا کہ حجیر نے خالص سچ کہاہے پہر اس کی وہ تصدیق کرتا تہا۔ [23]

الغرض کہ مسیلمہ کذاب کا قرآن کریم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان تھا لیکن ختم نبوت کا انکار کرتے تہے اسوجہ سے باجماع صحابہ کافر قرار دیا گیا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں

ترجمہ: جب اسود عنسی نے آپ ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تو آنحضرت ﷺ کے حکم سے صحابہ رضہ نے اسے قتل کیا اور اسی طرح خلفائے راشدین کے زمانے میں جب بھی کسی بدبخت نبوت کا دعوی کیا تو صحابہ رضہ نے اسے قتل کر دیا۔24

امام بیہقی رح نے کی کتاب المحاسن والمساوی میں فرماتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں طلیحہ نامی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا لیکن وہ شام کے ملک کی طرف چلا گیا اور ھاتھ نہیں آیا۔ پھر وہ صدیق اکبر کی وفات کے بعد خود مسلمان ہو گئے۔[25]

قاضی عیاض کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ نے خبر دی کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آئے گا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نازل ہوا کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی (خاتم النبیین) ہے لھذا اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ لفظ اپنے ظاہری معنی پر مبنی ہے جو نصوص کے ظاہری الفاظ سے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے سمجھا جاتا ہے۔ ان لوگون کے کفر میں کوئی شک نہیں جو اس عقیدی کا انکار کرتے ہیں اور بھی امت امسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔[26]

اس طرح ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حارث نامی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء وقت یعنی صحابہ رضہ اور تابعین کی متفقہ فتوی سے اسے قتل کیا گیا۔27

بغداد کے مفتی علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: آپ ﷺ کا خاتم النبیین ھونا ان مسائل میں سے ہے جس پر آسمانی کتابیں بھی گواہ ہیں۔ اور احادیث نبوی میں بھی اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور پوری امت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ پس جو شخص اسکا انکار کریگا تو اسے کافر سمجھا جائیگا اور اگر توبہ نہیں کرے گا تو وہ قتل کیا جائیگا۔[28]

ملا علی قاری شرح فقہ الاکبر میں فرماتے ہیں:

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نبوت بعد نبوت کا دعوی تصریحا کذب اور بالاجماع کفر ہے۔[29]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام سدی نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم ابنِ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت کتنی عمر تھی؟ تو حضرت انس رضہ نے جواب دیا کہ اس نے تو آپ ﷺ کی جھولی بھی نہیں بھری تھی (یعنی بچپن میں ئی انتقال کر گئے تھے) اگر زندہ رھتے تو نبی ھوتے اسوجہ سے زندہ نہیں رہے کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔[30]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر کے دوران فرمایا:

اب وحی ختم ہو گئی خدا کا دین مکمل ہو گیا، کیا میری زندگی میں ئی اسکا نقصان شروع ہو جائیگا؟۔[31]

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے صحیح بخاری جلد اول میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شمائل نبوت میں اسی مضمون کو نقل کیا ہے کہ:

آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان نبوت کی مہر ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔32

تیسری صدی کے عظیم مجدد امام طحاوی نے اپنی کتاب "عقیدہ الطحاوی" میں لکھتے ھین۔

حضور کے بعد ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے بغاوت اور گمرائی ہے لھذا اب آپ ﷺ ئی تمام جن و انسان کے نبی ہیں۔[33]

اسی طرح امت مسلمہ کے عظیم مجدد اور فلاسفر شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ:

إن النبی الله خاتم النبوة ولكن معنى هذا الكلام أنه لا يجوز أن يسمى بعده أحد بالنبی وأما معنى النبوة وهو كون الإنسان مبعوثا من الله تعالى إلى الخلق مفترض الطاعة معصوماً من الذنوب ومن البقاء على الخطأ فيما يرى فهو موجود في الائمة بعد فذلك الزنديق وقد اتفق جماهير المتأخرين منالحنفية والشافعية على قتل من يجرى هذا المجرى[34]

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی کہنا جائز نہیں، مگر نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف اس حال میں مبعوث ہو کہ وہ واجب الطاعت ہو اور گناہوں سے اور غلطی سے معصوم ہو سو ایسا انسان آپ ﷺ کے بعد ائمہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا کہنے والا شخص زندیق ہے۔ ایسی چال چلنے والے شخص کے قتل پر احناف اور شوافع کا اتفاق ہے۔ (یعنی جو شخص آقا دو جھاں حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار تو کرتا ہے مگر نبوت کی حقیقت آپ ﷺ کے بعد ائمہ میں بھی ثابت کرے۔

مختصراً، محدثین، مفسرین اور فقہاء کی اس عظیم جماعت کے اقوال؛ بیانات سے یہ ثابت ھوتا ہے کہ آپ ﷺ کا خاتم النبیین ھونا امت مسلمہ جمھور محدثین، مفسرین، فقھاء اور مجتھدین کا ھر دور میں اجماعی اور اتفاقی عقیدہ رھا ہے کسی بھی جگہ جمھور علماء نے یہ موقف نھیں اختیار کیا کہ یہاں صرف تشریعی نبوت ختم ہوتی ہے باقی غیر تشریعی یا ظلی و بروزی نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔ لھذا مرزا صاحب کا انیسویں صدی کے آخر اور بیسوین صدی کے شروع میں بتدریج مصلح، مجدد، مسیح پھر ظلی، بروزی غیر تشریعی نبوت کا دعوی قرآن مجید اور احادیث شریف کی تشریح میں اقوال صحابہ وائمہ مجتھدین اور اجماع امت کی روشنی میں نہ صرف خلاف شرع ہے بلکہ عقلا بھی غیر معقول ہے۔

غلام احمد کا تاریخ پیدائش 13 فروری 1835ء ہے جیسا کہ وہ خود اپنی تصنیف میں بیان کرتے ہیں اور وفات مئی 1908ء میں ہے۔ آپ اسوقت کے متحدہ ھند کے ضلع گورداسپور سے تعلق رکھنے والے ایک رہنما اور احمدیہ جماعت کے بانی تھے۔ اور قیام پاکستان کے بعد آپ نے پنجاب صوبہ کے چنیوٹ ضلع میں ربوہ نامی علاقے میں قیام پذیر ھوے۔ غلام احمد کا مختلف تصانیف کے

ذریعے جو وہ بتدریج شایع کر رہے تھے اس میں ابتداً میں دعویٰ کیا کہ وہ مجدد یعنی دین کی اصلاح اور تجدید کیلئے بھیجے گئے ہیں اور وہ ہی مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان ہے اور اسیطرح بعد میں غیر تشریعی نبی اور ظلی نبی ہونے کا بھی دعویٰ بھی کیا۔ اور اسی مقاصد اور عزائم میں 1888ء میں، غلام احمد نے اعلان کیا کہ انہیں بیعت لے کر ایک جماعت بنانے کا حکم ملا ہے اور اس تسلسل میں 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ مقام پر غلام احمد نے جماعتی لوگوں سے پہلی بیعت لے کر جماعت احمدیہ جسے قادیانیت اور مرزائیت بھی کہا جاتا ہے، کی بنیاد ڈالی گئی جس کے ذریعے وہ اپنے مختلف الھامات کی ترویج کرتے رہے۔ اور اس سلسلے آگے بڑھاتے ہے 1882ء میں غلام احمد نے مامور من اللہ یعنی اللہ تعالی کے طرف سے بھیجا گیا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اس دعویٰ کی بنیاد میں اپنا یہ عربی الہام پیش کیا ہے۔

"یا احمد بارک اللہ فیک۔ ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی۔ الرحمن۔ علم القرآن۔ لتنذر قوما ما انذر اباوہم و لتستبین سبیل المجرمیں۔ قل انی امرت و انا اول المسلمیں۔قل جا الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کل برکة من محمد صلی اللہ علیه وسلم۔ فتبارک من علم و تعلم۔ قل ان افتریته فعلی اجرامی"[35]۔

مرزا غلام احمد ختم نبوت اور مرزا غلام احمد ختم نبوت کے متعلق اپنا عقیدہ اخبار بدر قادیان بتاریخ 05 مارچ 1908ء میں بیان کرتے ھین کہ: "میں نبی ھوں اور نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا ھوں"

ایک دوسری مقام پے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"میں قسم اٹھاتا ہوں خدا کا جس کے ھاتھ میں میری جان ہے اس نے مجھے نبی بنایا ہے"[36]

ایک اور جگہ مرزا لکھتے ہیں

"اے انسانو میں تم سب کی طرف خدا کا رسول بن کے آیا ھوں"

"سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا نبی بھیجا ہے"[37]

مرزا صاحب کی ان تمام دعوی کے متعلق احمدی حضرات یہ کھتے کہ مرزا صاحب کی نبوت کا دعوی عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا کا نبوت کا دعوی ظلی و بروزی نبوت یا غیر تشریعی نبوت پر محمول ہے لیکن حقیقت میں اسلامی نقطہ نظر سے ظلی یا بروزی نبوت کا عقیدہ مستقل طور پہ دعوائے نبوت سے کئی درجا مزید خطرناک اور کافرانہ ہے۔ کیونکہ ظل یا بروز کا مطلب مرزا آپ ﷺ کے سایہ ہیں۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا مفہوم بیان کیا ہے جس کے مطابق اس قسم کا نبی تمام سابقہ انبیاء کا سایہ ہے، یعنی مرزا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے جنم میں یا نئی شکل ہیں ظاھر ھوئے ہیں معاذاللہ۔ اس بیان کے ساتھ ہی مرزا غلام احمد نے ایک بار پھر اپنے آپ کو مستقل طور پر سرکار دو عالم کے برابر درجہ دے دیا ہے یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو واضح طور پر گستاخانہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ مرزا اسی مضمون کو بیان کرتے ھوے لکھتے ہیں کہ:

"میں آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں یعنی معاذاللہ ظلی طور پے محمد اور احمد ہوں[38]

ایک دوسری مقام پر لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کے بموجب بروزی طور پہ "مرزاصاحب میں خاتم النبیین ہوں اور اللہ تعالی آج سے بیس سال پہلے براھین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا گیا۔ لھذا اس طریقے سے میری نبوت کے اعلان کا آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ھونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ظل بمعنی سایہ کے جو اپنی اصل سے جدا نہیں ھوتا لھذا میں ظلی حساب سے محمدئی ھوں تو اس حساب سے خاتم النبیین کی مھر نہیں ٹوٹی کیونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت آپ تک ئی محدود رھی جب میں بروزی طور پے آنحضرت ﷺ ھوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی میری آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں پھر کوئی جدا شخص نہیں ھوا جس نے نبوت کا دعوی کیا ھو۔[39]

مجددیت اور مجازی نبوت کا دعوی

مرزا لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اس دنیا میں ظاہر ھوئے اور اللہ تعالی نے آپ کو خاتم الانبیاء کے لقب سے نوازے گئے تو معاذاللہ آپ کے دل میں غم رہتا تھا کہ مجھ سے پھلے دین کی تبلیغ کیلئے ھزاروں انبیاء آئے جب کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں آئیگا تو اللہ تعالی نے نبی پاک ﷺ کو بشارت عطا فرمائی اور وعدہ فرمایا کہ ھر صدی کی شروعات میں ایک ایسا مجدد آئیگا جو دین کی تجدید کریگا اور کمالات نبوت حاصل کرکے لوگون کو ھدایت کریگا اور وہ میں ئی ھوں۔[40]

ایک اور مقام پر مرزا صاحب لکھتے ہیں "یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ الھامات اس بندہ پر بھی نازل فرمائے ہیں جس میں اس بندہ کو نبی پھر رسول اور مرسل جیسے الفاظ سے پکارا گیا ہے لھذا وہ الفاظ اپنی اصلی معنی پر محمول نہیں ہیں اور ھم اس بات کے قائل ہیں کہ نبوت حقیقی معنی کے اعتبار سے صرف حضرت محمد ﷺ سے خاص ہے اور آقا ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا مگر مجازی اعتبار سے اللہ تعالی کو اختیار ہے کہ کسی ملھم علیہ (جس پر الھام نازل کیا جاتا ھو) کو نبی یا رسول کے الفاظ سے یاد کیا جائے۔ 41

مرزا غلام احمد کا ظلی نبوت کا دعوی

مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: مرزاصاحب کی ظلی نبوت گزشتہ کئی انبیاء کی نبوت سے بہتر ہے (معاذ اللہ) "جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ ظلی یا بروزی نبوت معمولی یا کم تر نبوت ہے یہ محض ایک جھوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ ظلی نبوت کے لیے ضروری ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں اس حد تک غرق کردے کہ وہ "من تو شدی تو من شدم" کے درجے کو پہنچ جائے۔ وہ نبی ہے، وہ نبی کے تمام کمالات اور رنگون میں اپنے آپ کو آپ ﷺ میں پڑتے دیکھتا ہے، یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان قربت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس پر نبوت کی چادر بھی پھیلائی جائے تو بھی وہ ظلی نبی ہے کہلائے، لہٰذا ظلی نبی کا تقاضا یہ ہے کہ اصل کی مکمل تصویر ہو اور تمام انبیاء اس بات پر متفق ہیں کہ جو احمق مسیح موعود کی نبوت کو کم تر قسم کی نبوت سمجھتا ہے یا وہ ایک کم تر نبی ہے وہ ہوش میں آئے اور اپنے اسلام کے بارے میں سوچے، کیونکہ اس کے ساتھ اس نے نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کا تاج ہے (معاذ اللہ)۔ مسیح موعودہ کی نبوت کو بُری نبوت سمجھا جاتا ہے حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ مرزاصاحب رسول خدا کی بروز ھونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا درجہ بہت بلند ہے کیونکہ یہ بات ان لوگوں کے لیے ہے جو ماضی میں نبی تھے۔ مگر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام کمالات رکھے گئے تھے، گزشتہ انبیاء میں انکی استطاعت کے

مطابق کمالات رکھے گئے، بلکہ ان میں سے ہر ایک کو اس کی استطاعت کے مطابق کمالات عطا کیے گئے، کسی کو زیادہ، کسی کو کم، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبوت اس وقت ملی جب ان کے پاس سب کچھ تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کمالات بھی حاصل ہوئے۔(معاذاللہ) اور وہ ظلی نبی کہلوانے میں کامیاب ہو گیا، اس ظلی نبوت کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹا بلکہ اسے اتنا آگے بڑھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صف اور برابری میں آگیا۔[42]

کیونکہ اگر ایسا تھا تو پھر مرزا صاحب نے کس بنیاد پر کہا کہ "ایک اسرائیلی نبی کے مقابلے میں ابن مریم کا ذکر چھوڑ دو مرزا غلام احمد ان تمام سے بہتر ہے۔[43]

ظلی اور بروزی نبوت کی مفہوم میں مرزا صاحب کے ھاں خاتم الانبیاء کا مفہوم یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال نبوت کی ایسی مہر تھی کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم جیسا یا آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی اور ہو جو نبی بنائے جاسکے۔ قرآن، حدیث اور انسانی عقل کے ساتھ اس کھلے مذاق کی ایک مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ اللہ رب العزت ایک ہی معبود ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں وہ واحد ہے، یعنی وہ واحد ذات اپنے قدسیہ کمالات سے اور معبود پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص قرآن، حدیث اور امت کے بنیادی عقائد کو اسطرح پامال کر کے بھی دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے تو پوری دنیا میں کوئی بھی کافر نہیں رہے گا۔ مگر مرزا صاحب کے اعتراف کے مطابق یہ جدا بات ہے کہ کائنات میں اس عظیم الشان مھر سے صرف ایک ھی نبی بنایا گیا۔ اور اس عظیم مہر کے ساتھ یہ مرزا صاحب ہی تھے، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ میں پوری امت میں اس حصے یعنی الہام الٰہی اور غیب کے امور میں واحد فرد ہوں، جس طرح مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اس امت میں گزرے ہیں، یہ۔ بہت بڑی نعمت انہیں نھین دی گئی، اس لیے صرف میں ہی ہوں جو نبی کھلوانے کا حقدار ہوں۔[44]

مرزا صاحب کا انکار جہاد

اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کو انسانوں کے لیے عدل و انصاف کو قائم رکھنے، ظلم کو ختم کرنے اور امن قائم کرنے کے لیے فرض کیا ہے، مرزا غلام احمد نے فریضہ جھاد کی اھمیت کو امت مسلمہ میں ماند کرنے کیلئے یا اسکو کمزور کرنے کیلئے بیشمار اپنی تحریر اور تصانیف میں فریضہ جہاد کے واضح حکم میں پھلے تحریفات کی بعد میں اسکا انکار کر دیا کہ جہاد تلوار کے ساتھ یا مسلح جدوجھد بلکل اسلام میں اسکی کوئی گنجائش ئی نہیں ہے۔ جیسا کہ مرزا اپنی مختلف تحریرون میں اس اسلام کے اساسی حکم کو رد کیا ہے۔ جس کے اثرات نے امت مسلمہ کو کئی خطرات اور چیلینجز کا سامنا کر رکھا ہے:

"اب سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا ہے، اسے خدا کے حکم سے رد کیا جاتا ہے۔ جو شخص تلوار سے جھاد کے منکر کو کافر سمجھتا ہے وہ اب ھضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے"۔[45]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "مجھے یقین ہے کہ جیسے جیسے میرے پیروکار بڑھتے جائیں گے، جہاد کو ماننے والے قلیل ہوتے رہیں گے۔ مسیح یا مہدی کو ماننا جہاد کا انکار کرنا ہے"۔[46]

عقیدہ ختم نبوت اور موجودہ دور میں اسکے تقاضے

چونکہ ختم نبوت کا عقیدہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ کی وحدت اور اجتماعیت بھی اسی میں ہے اس لحاظ سے موجودہ دور میں امت مسلمہ جس بحرانی کیفیت سے دوچار ہے، فلسطین کے مسلمانون اور کشمیر کے بے گناہ شہریون کے قتل عام اور نسل کشی سے لیکر جو بھی امت مسلمہ کو چیلینجز درپیش ہیں لہذا تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ان سب مسائل کا حل صرف جہادئی میں ہے، مگر بدقسمتی سے امت مسلمہ میں اس جذبہ جہاد کو ماند اور کمزور کرنے کیلئے انگریز سرکار نے بیسوین صدی کے ابتداء میں مرزاصاحب کے حوالے یہ امر کیا کس طرح امت مسلمہ کو متفرق کرکے کمزور کیا جاسکتا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ:

جہاد کو منسوخ قرار دینا

"میں والد اور بہائی کی وفات کے بعد گمنام آدمی کی زندگی گزار رہا تہا اور اسی کے ساتہ تقریبا سترہ سالون سے انگریزی سرکار کی مدد میں اپنا قلم سے کام لیتا رہا، اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابین تصنیف کی ہیں ان تمام کتب میں انگریزی سرکار کی تابعداری اور نصرت کیلے عوام الناس کو ترغیب دی اور جہاد کی رد میں انتہائی پر اثر تحریر اور تقریر لکھیں اور اسی کے ساتھ مصلحت سمجھکے جہاد کے فریضہ کی ممانعت کو عام ملکوں میں روم مصر اور بغداد و افغانستان میں اسے شایع کرایا گیا۔ اور قوی یقین ہے کہ کسی نہ کسی وقت اسکا اثر لازما ظہور پذیر ہوگا۔ پہر میں سوال کرتا ہون کہ انگریز سرکار کی مدد اور فریضہ جہاد کی ممانعت میں جو خیالات پیش کیئے ہیں انکو پوری سترہ سال تک پوری جوش اور مستقل مزاجی سے کام لیتا رھاھوں، کیا اس جیسے جدوجھد کی اور ایک بڑی خدمت کی کوئی دوسرے مسلمانون میں مثال موجود ہے؟ لھذا یہ جھد مسلسل ایک دو دن کا کام نہیں ہے بلکہ مکمل سترہ سالون کا خدمت ہے۔"[47]

ان کتب کے نام اور صفحون کے نمبر جو انگریز سرکار کی خیر خواہی اور فرمانبرداری میں لکھے گئے ہیں چند درج ذیل ہیں:

کتاب کانام	تاریخ طبع	صفحہ نمبر
براھین احمدیہ حصہ تیسرا	اٹھارہ سئو بیاسی	ایک سے دو تک (شروع کتاب)
براھین احمدیہ حصہ چوتھا	اٹھارہ سئو چوراسی	ایک تا چھ تک
آریہ مذھب (دوبارہ توسیع 298)	بائیس سیپٹمبر اٹھارہ سئو پچانوے	57 صفحہ سے 64 تک
التماس آریہ مذھب	بائیس سیپٹمبر اٹھارہ سئو پچانوے	صفحہ نمبر 01 سے 04 تک
درخواست آریہ دھرم	بائیس سیپٹمبر اٹھارہ سئو پچانوے	59 صفحہ نمبر سے 72 تک
خط توسیع دفعہ نمبر 298	اکیس اکتوبر اٹھارہ سئو پچانوے	صفحہ نمبر ایک سے 08 تک
کمالات اسلام کا آئینہ	فروری اٹھارہ سئو ترانوے	صفحہ نمبر الف سے لیکر ع
نورالحق حصہ پھلا	تیرہ سئو گیارہ ھجری	23 صفحے سے 54 تک

شہادہ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)	22 سیپٹمبر 1893ء	الف سے ع تک
سر الخلافۃ	تیرہ سئو بارہ ھجری سن	71 صفحے سے لیکر 73 تک
حجت کامل	1311ھ	25 صفحے سے 27 تک
حمامہ البشری	ایضا	39 صفحے سے 42 تک
حق کا نور دوسرا حصہ	ایضا	49 صفحے سے لیکر 50 تک

مرزا صاحب اپنی تحریر میں واضح طور پے فریضہ جہاد کی ممانعت کے باری میں رقمطراز ھین حالانکہ اسلام کی حفاظت اور کلمہ حق کی سربلندی کا مؤثر ترین ذریعہ فریضہ جہاد میں ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف کے قطعی حکم طور پر ثابت ہے۔ اس وجہ سے امت مسلمہ کے موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کی وحدت اور اجتاعیت کو قائم رکھنے کیلئے ختم نبوت کے عقیدہ کا تحفظ اور دفاع قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع امت کی روشنی میں کیا جاے اور دین کی سربلندی کیلئے فریضہ جہاد کی حقیقی معنی اور اسکی اہمیت کو آشکار کیا جاے۔

علماء کرام کی متفقہ تجویز

مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ حاجی ترنگ زکی	مولانا ابوالحسنات صاحب	مولانا اطہر علی صاحب
مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی	مولانا محمد اسماعیل صاحب	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
مولانا حبیب اللہ صاحب	مولانا شمس الحق صاحب	علامہ سید سلیمان ندوی صاحب
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	مولانا داؤد غزنوی صاحب	مولانا خیر محمد صاحب
مولانا احمد علی صاحب	مولانا احتشام الحق صاحب	قاضی عبد الصمد صاحب سربازی

مولانا عبد الحامد قادری بدایونی	مولانا ابو جعفر محمد صالح صاحب	مولانا محمد ادرریس صاحب
حاجی محمد امین صاحب	مولانا محمد اسماعیل صاحب	مولانا محمد صادق صاحب

علماء کرام نے اس فتنہ کی اثرات کو غور وخوض سے جانچنے کے بعد اسکے خلاف امت مسلمہ میں ملکی اور بین الا قوامی طور پے نہ صرف آگاہی دی گئی بلکہ ملکی آئین میں ترمیم کیلئے زبردست ایک جدوجہد شروع کی گئی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے حسب سابق ایک متفقہ اور اجماعی کردار کیا جیسا کہ پاکستان میں 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں 33 علماء کرام ایک متفقہ اور جامع ملکی آئین میں سفارش پیش کی:

جنوری ۱۹۵۳ء کے دوسرے ہفتہ میں پاکستان کے ۳۳ سربر آوردہ علما کا ایک اجتماع بی۔ پی سی رپورٹ پر غور فکر کرنے کے لیے کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں رپورٹ کا تفصیلی جائزہ لیا اور اس کے دستوری خاکے میں بہت سی ترمیمات اور اصلاحات تجویز کیں جن میں سے ایک اصلاحی سفارش یہ بھی تھی کہ رپورٹ میں جن اقلیتوں کے لیے جداگانہ انتخاب اور نشستوں کا تعین تجویز کیا گیا ہے ان میں احمدیون کو بھی شامل کر دیا جائے۔ پاکستان کے سربر آوردہ علمانے دستوری سفارشات میں جو ترمیمات پیش کی ہیں ان میں سے ایک سفارش یہ بھی ہے کہ احمدیون کو مسلمانوں سے جدا ایک اقلیت قرار دے کر قومی اور مرکزی مجلس شوری میں ان کے لیے ایک سیٹ خاص کر دی جائے اور اسی کے ساتھ اور ملکی علاقوں سے احمدی فرقے کے لوگون کو بھی اس نشست کے لیے الیکشن لڑنے اور ووٹ کرنے کا حق دے دیا جائے۔ اس اصلاحات کو پوری ملک کے تمام مکتب فکر کے علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا کہ: یہ متفقہ اصلاحات کی سفارش جو تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کی مساعی میں سے تھا ایک نہایت اہم اور ضروری آئینی اصلاحی سفارش ہے جس کو ہم پورے اتفاق اور اجماع کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ مملکت خداد کے آئین سازوں کے لیے یہ امر کسی لحاظ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے سیاسی حالات اور بالخصوص قومی وملی مسائل سے بے پرواہ ہو کر خالص اپنے ذاتی فکر کی بنا پر قومی آئین بنانے لگیں۔ ان کو یہ امر معلوم ہونا چاہیے کہ ملک کے اندر جھاں علاقوں میں احمدیون کی ایک بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہ رھی ہے ہے وہاں پر احمدی مسئلہ اور مسلسل نزاعی صرتحال نے کس قدر نازک صورت حال برپا کر دی ہے۔ ان آئین سازون کو سابقہ ادوار کے سیاستدانوں اور حکمرانوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جنھوں نے ہندو مسلم تنازعات کی نزاکت کو اس وقت تک نظر انداز کرتے رہے اور معمولی مسئلہ سمجھ کر ٹالتے رہے یھاتنکہ متحدہ ہندوستان کا ھر قریہ قریہ اور گائوں گائوں دونوں قوموں کے جھگڑوں اور خون ریزی سے خون آلود نہ ہو گیا ہو۔ اس بڑے نزاع اور فساد کو جس صورتحال نے آخری نھج تک پہنچا دیا تھا وہ یہ ہے تھا کہ احمدی اپنے آپ کو ایک طرف مسلمان کھلوا کر مسلمانوں میں رہ رہے تھے اور دوسری طرف عقیدوں، عبادتوں اور معاملات میں اپنے آپ کو مسلم کھلوانے کی وجہ سے بھی مسئلہ نازک اور پیچیدہ تھا۔ اس نزاکت کی بناء پر تمام مکتبہ فکر کے تینتیس علماء

کرام نے احمدیہ جماعت کے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ملکی آئین میں سفارش کی۔ احمدیوں کو علیحدہ اُمت قرار دینے کا مطالبہ کیا اور یہ مقاطعہ اور علیحدگی صرف تحریر و تقریر ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ پاکستان کے لاکھوں باشندے اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ قادیانی عملاً بھی مسلمانوں سے علیحدہ کٹ کر ایک الگ اُمت بن چکے ہیں۔ نہ وہ ان کے ساتھ نماز میں شریک، نہ جنازے میں، نہ شادی بیاہ میں۔ اب اس کے بعد آخر کون سی معقول وجہ رہ جاتی ہے کہ ان کو اور مسلمانوں کو زبردستی ایک اُمت میں باندھ رکھا ہے جو علیحدگی نظریے اور عمل میں فی الواقع رونما ہو چکی ہے اور پچاس برس سے قائم ہے، آخر اب اسے آئینی طور پر کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی تحریک نے ختم نبوت کی ان حکمتوں اور مصلحتوں کو اب تجربے سے ثابت کر دیا ہے جنہیں پہلے محض نظری حیثیت سے سمجھنا لوگوں کے لیے مشکل تھا۔[48]

لھذا جماعت احمدیہ امت مسلمہ کے اندر نہ صرف معاشرتی بلکہ معاشی اور سیاسی طور پے بھی انتشار اور مزید تفرقہ کا بعث بن رھی تھی اسوجہ سے تمام مکتبہ فکر کے سربر آوردہ علماء کرام نے ایک اجماعی موقف اپنایا کہ احمدی جماعت کی لوگوں کو آئینی طور پے بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاے تاکہ امت مسلمہ کی وحدت اور اجتماعیت سلامت رہے۔

معاشرتی تقاضا (Social Aspects)

موجودہ دور میں جب ھمارا معاشرہ ذاتي خانداني قبائلي اور مذھبي مخاصمت كي وجہ سے انتھائي مقاطعت نفرت اور بگاڑ کا شکار ھے جس كي وجہ سي اسلامي معاشرہ اپني روح جس کی حضور پاک ﷺ اور صحابہ رضہ ني بنیاد ڈالی تھي وہ كئي معاشرتي برائيون کے ساتھ اسلام دشمن طاقتون كي سازشون كي وجہ سي بھي بھت بڑی بگاڑ شکار ھو گیا ہے لھذا امت مسلمہ کو موجودہ وقت مین ضرورت اس بات کی ہے کہ ان عوامل اور طاقتون كي عقائد اور منصوبہ بندیون اور پالیسیون کو عوام الناس مین بیان کر کي اسلامي معاشرہ کو كئي فتنون سے بچایا جا سکتا ہے۔ احمدی مخاصمت آغاز میں یہ نزاع اور مخاصمتین صرف ایک مذہبی نزاع تھی مگر جلد اس نے مسلمانوں کے اندر ایک پیچیدہ اور نھایت تلخ معاشرتی مسئلے کی شکل اختیار کر لی۔ اس کی وجہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کا یہ فتویٰ تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان صرف مذھبی تعلقات باقی رہ سکتے ہیں جو مسلمانوں اور عیسائیوں یا یہودیوں کے درمیان ہوتے ہیں یعنی ایک احمدی کسی دوسرے مسلمان کی اقتدا میں نماز ادا نہیں کر سکتا اس کی یا اسیطرح اس کے بچے کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی بیٹی لے سکتا ہے۔ مگر اس کو بیٹی دے نہیں سکتا اس فتوی کا رد عمل مسلمانوں کی طرف سے بھی ایسے ہی طرز عمل کی صورت میں ہونا تھا اور اس طرح دونوں گروہوں کے درمیان معاشرتی مقاطعہ کی حالت پیدا ہو گئی اور اس متقاطعہ سے مسلم معاشرہ میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ بس ایک وقتی تفرقہ ہی نہ تھا جو ایک دفعہ رونما ہو کر رہ گیا ہو، بلکہ وہ ایک مستقل تفرقہ تھا، کیونکہ احمدیت ایک تبلیغی تحریک تھی بطور تبلیغی جماعت وہ آئے دن کسی نہ کسی مسلمان کو قادیانی بنا کر ایک نئے خاندان میں تفرقہ پیدا کر رہی تھی اپنے اس معاشرتی مقاطعہ کے رویے کو لے کر وہ جس خاندان، جس گاؤں جس برادری اور جس بستی میں بھی اپنی بنیاد ڈالی وہاں اس نے معاشرتی تفرقہ اور ٹوٹ پھوٹ ڈال دی اس کی شدت ک اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جہاں شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو اپنے لئے حرام سمجھنے لگیں۔ یا کم از کم اپنے تعلقات کے جائز ہونے میں شک کرنے لگیں اور جہاں ایک بھائی کے بچے کی نماز جنازہ دوسرا بھائی نہ پڑھے اور

جہاں ایک ہی خاندان یا برادری میں رشتے ناطے کے تعلقات ختم ہو جائیں، وہاں معاشرہ میں کس قسم کی تلخیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ تلخیاں قادیانیت کی تیز رفتار اشاعت کے ساتھ پچھلے پچاس سال کے دوران بڑی تیزی سے بڑھتی چلی گئی ہیں۔ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ میں اس معاشرتی نزاع کو حتی الامکان کم کرنے کیلئے عقیدہ ختم نبوت کو اپنی روح کے مطابق تبلیغ کیا جائے۔[49]

معاشی تقاضا (Economical aspects)

کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کی یہ نزاع معاش کے میدان میں بھی پہنچ گئی۔ مسلمانوں کے ساتھ مذہبی اور معاشرتی کشمکش کی وجہ سے اور بڑی حد تک نئے نئے مذہبی جوش کی وجہ سے بھی قادیانیوں کے اندر ابتداء ہی سے فرقہ بندی کا ایک زبردست میلان پایا جاتا تھا۔ انہوں نے منتظم ہو کر معیشت کے ہر شعبہ میں قادیانیوں کو غیر قادیانیوں پر ترجیح دینے اور ایک دوسرے کی مدد کر کے آگے بڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس سے ان کے اور مسلمانوں کے تعلقات کی تلخی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ خصوصیت کے ساتھ سرکاری ملازمتوں کے معاملہ میں دونوں گروہوں کی کشمکش زیادہ نمایاں رہی ہے۔ اور قادیانی عہدداروں کی اپنے ھم فرقہ لوگوں کی ھمدردی نے اس کو مزید ہوا دی ہے۔ اس نزاع سے بھی پنجاب میں کو سب سے زیادہ سابقہ پیش آیا ہے۔ کیونکہ قادیانیوں کی بڑی تعداد اسی صوبہ میں آباد ہے اور بیشتر یہیں کی زراعت تجارت، صنعت و حرفت اور ملازمتوں میں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش برپا رہی ہے۔[50]

سیاسی تقاضا (political aspects)

جہاں دو گروہوں کے درمیان مذہب، معاشرت اور معیشت میں کشمکش ہو وہاں سیاسی کشمکش کا رونما ہونا ایک بالکل قدرتی بات ہے مگر احمدیوں اور مسلمانوں کے معاملہ میں سیاسی کشمکش کے اسباب اس سے کچھ زیادہ گہرے ہیں۔ مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کو ابتداء سے یہ احساس تھا کہ جس نبوت کا دعوی وہ لے کر اٹھے ہیں وہ مسلم معاشرہ کے اندر کفر اور ایمان کی ایک نئی تفریق پیدا کرتی ہے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اپنی ملت میں اس طرح کی ایک تفرقہ انگیز قوت (Disintergrating Force) کو مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ سے لے کر اور عثمانی فرماں رواؤں کے دور تک پچھلی بارہ صدیوں میں کبھی ابھرنے نہیں دیا ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی تحریک کے آغاز ہی سے انگریزی حکومت کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان بنایا اور نہ صرف زبان سے بلکہ پورے خلوص کے ساتھ دل سے بھی یہی سمجھا کہ ان کے بقا اور نشو و نما اور فلاح و کامیابی کا انحصار سراسر ایک غیر مسلم حکومت کے سایہ عاطفت پر ہے۔ مسلمان غلام ہوں اور غیر مسلم ان پر کا حکمران ہوں۔ احمدی ان غیر مسلم حکمرانوں کے پکے وفادار بن کر ان کی حمایت حاصل کریں اور پھر آزادی کے ساتھ ہے بس مسلمانوں کو اپنی تفرقہ انگیز تحریک کا شکار بنائیں یہ تھا احمدیت کی ترقی کا وہ مختصر فارمولا جو مرزا غلام احمد صاحب نے بنایا اور ان کے بعد ان کے خلفاء اور ان کی جماعت کے تقریباً تمام بڑے بڑے مصنفین اور مقررین نے اپنی بے شمار تحریروں اور تقریروں میں بار بار دہرایا۔ قادیانیت کے اس سیاسی رجحان کو ابتداء میں تو انگریز خود اچھی طرح نہیں سمجھے تھے۔ قادیانیوں نے بڑی کوششوں سے انہیں اپنے "امکانات" سمجھائے اور پھر انگریزوں نے ان کو اپنی مسلم رعایا کا سب سے زیادہ قابل اعتبار عنصر سمجھ

کر ہندوستان میں بھی استعمال کیا اور باہر دوسرے مسلمان ممالک میں بھی ۔ اس کے بعد جب ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی قومی کشمکش بڑھی تو کانگرس کے نیشنلسٹ لیڈروں کی نگاہ بھی قادیانیت کے امکانات" پر پڑنی شروع ہو گئی۔ یہ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ زمانہ کی بات ہے جب کہ ایک بہت بڑے ہندو لیڈر نے قادیانیت کی حمایت میں ڈاکٹر اقبال مرحوم سے مباحثہ فرمایا تھا اور ایک دوسرے نامور لیڈر نے علانیہ کہا تھا کہ مسلمانوں میں ہمارے نقطہ نظر سے سب سے زیادہ پسندیدہ عنصر احمدی ہیں۔ کیونکہ ان کا نبی بھی دیسی (Indigenous) ہے اور ان کے مقدس مقامات بھی اسی دیس میں واقع ہیں۔ لھذا اپنے مسلک خاص کی وجہ سے قادیانیوں کا سیاسی موقف ہی کچھ اسی قسم کا کہ غیر مسلم ان کو فطرتاً پر امید نگاہوں سے اور مسلمان اندیشناک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں ہمیشہ یہ عام خیال موجود رہا ہے کہ ملت اسلامیہ کی تخریب کے لئے خود اس ملت کے اندر سے جو عنصر سب سے بڑھ کر دشمنان اسلام کا آلہ کار بن سکتا ہے وہ احمدی عنصر ہو سکتا ہے۔ اور اس خیال کو جن باتوں نے تقویت پہنچائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں جب بغداد، بیت المقدس اور قسطنطنیہ پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو پوری مسلم قوم کے اندر وہ صرف احمدی تھے جنہوں نے اس پر خوشیاں منائیں اور چراغاں کئے۔ یہی نہیں بلکہ قادیانیوں کے خلیفہ صاحب نے علی الاعلان یہ فرمایا کہ انگریزی حکومت کی ترقی سے ہماری ترقی وابستہ ہے۔ جہاں جہاں یہ پھیلے گی ہمارے لئے تبلیغ کا میدان نکلتا آئے گا۔ ان باتوں کے بعد یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قادیانیوں کے متعلق مسلمانوں کی عام بدگمانی ہے وجہ ہے۔ تمام مسلمانوں کی تکفیر اور ان سے معاشرتی مقاطعہ اور ان کے ساتھ معاشی کشمکش کی بنا پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں جو دشمنی پیدا ہو چکی تھی اس کو مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے پیروؤں کی ان بہت سی تحریروں نے تلخ تر بنا دیا تھا جو مسلمانوں کے لئے سخت اشتعال انگیز تھیں۔ 51

لھذا اس تاریخی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوے امت مسلمہ کو موجودہ حالات میں اس بات کا قوی تقاضا ہے کہ امت مسلمہ میں ختم نبوت کے عقیدہ کا صحیح مفہوم کی تبلیغ کر کے نہ صرف معاشرتی بلکہ معاشی اور سیاسی طور پے احمدی فرقہ سے امت مسلمہ کی وحدت اور اجتماعیت کو محفوظ رکھا جاے۔

نتائج (Results)

ختم نبوت کے عقیدہ کے متعلق جمہور امت مسلمہ کے مفسرین، محدثین، فقھاء، ائمہ مجتھدین اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ھوتا ہے کہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ھونے کا عقیدہ چودہ سئو سال سے امت مسلمہ کے جمھور امت کا اجماعی عقیدہ رھا ہے۔ اور ھر دور میں امت مسلمہ کے اھل علم نے قرآن مجید اور حدیث شریف کی واضح تصریحات جس میں آپ ﷺ کا خاتم النبیین ھونا ثابت ہے، کا مطلب وہ ھی سمجھا ہے جو صحابہ رضہ جی جماعت سے لیکر امت مسلمہ کے ھر دور کے مفسرین اور محدثین اور ائمہ مجتھدین نے سمجھا ہے۔ اسی طرح جمھور امت کے مفسرین، متکلمین، محدثین کی ان تصریحات کی روشنی میں وہ لوگ جنھون نے اپنی آپ کے طور یا کسی اور کے کارندے بن کر آپ ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدہ کی تعریف میں من گھڑت تاویلین کر کے جن میں سے ظل اور بروز یا تشریعی و غیر تشریعی یا مسیح موعود وغیرہ جیسے ایجادات کے ذریعے اپنی باطل نبوت کے عقیدہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی تو

علماء امت نے صحابہ رضہ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے اس مسلسل اور متواتر عقیدہ کے ذریعے ھر دور میں رد کیا گیاہے۔اور اسی طرح معاشرتی ، معاشی اور سیاسی طور پے امت مسلمہ میں طاغوتی قوتون کے ذریعے اسلام کے بنیادی عقائد میں شکوک اور شبھات پیدا کرنے کے ساتھ فریضہ جھاد کارد کرکے امت مسلمہ کوزوال کے طرف دھکیلنے کی مذموم کوشش کی گئی تھی۔ اور یہ اسباب نصف صدی سے اپنا کام کر رہے تھے اور انہوں نے خاص طور پر صوبہ پنجاب اور صوبہ سندہ کے دیہی علاقون میں احمدیت کو مسلمانوں کے لئے ایک ایسا مسئلہ بنادیا تھا جو چاہے کوئی بڑا مسئلہ نہ ہو مگر احساس کے لحاظ سے ایک تلخ مسئلہ ضرور تھا جس کی تلخی کو شہروں اور دیہات کے لاکھوں آدمی یکساں محسوس کررہے تھے۔اس میں شک نہیں کہ یہ تلخی اس سے پہلے کسی بڑے ہنگامہ کی محرک نہ بنی تھی مگر پچھلے چالیس سال کے دوران میں وہ برابر چھوٹے چھوٹے گھریلو خاندانی اور مقامی جھگڑے برپا کرتی رہی تھی۔ جو بارہا عدالتوں تک بھی فوج داری اور دیوانی مقدمات کی صورت میں پہنچتے ہیں۔ مسلمانوں کے اونچے طبقے چاہے اس میں شریک نہ رہے ہوں مگر عوام اور نچلے متوسط طبقہ میں ایک مدت سے یہ عام خواہش موجود رہی ہے کہ احمدیوں کو باقی مسلمان سے علیحدہ ایک مذھبی جماعت اور اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تاکہ انہیں مسلمانوں کے معاشرہ میں شامل رہ کر اپنی تبلیغ سے اس معاشرہ کے اجزا کو آئے دن پارہ پارہ کرتے رہنے کا موقع نہ ملے۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] القرآن، سورہ الاحزاب، پارہ 23، آیت 40

[2] فیروزابادی، تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس، 354

[3] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، جلد 22، ص 11، نفیس اکیڈمی کراچی

[4] (20) سيوطي ، جلال الدين ، عبد الرحمن بن ابي بكر ،علامه 2006 " تفسير در منثور " جلد 05 ، ص 202 ضياء القرآن پبلي كـشر لاهور

[5] ایضا

[6] ایضا

[7] کردری، مناقب الإمام الأعظم إبی حنیفہ، باب 07: من طلب علاۃ من المتنبی فقد کفر، 1:161

[8] غزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، 160

[9] القرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد بن احمد۔ تفسیر قرطبیؒ طبع اول، جلد14، ص96، ضیاء القران لاھور

[10] الغزالی، ابوحامد محمد، حجہ الاسلام، طبع اول 1983ع "الاقتصاد فی الاعتقاد" ص124 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

[11] ابوالفداء الحافظ، عمادالدین، ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر "2006، سورہ احزاب آیت 40۔ مکتبہ قدوسیہ لاھور۔

[12] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ا: 58

[13] عسقلانی، فتح الباری، 6:559

[14] ابن عربی، الفتوحات المکیہ، 51،03

[15] مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر اول، حصہ چھارم، مکتوب نمبر260

[16] مجدد الف ثانی، مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم: مکتوب نمبر: 68

[17] سورہ احزاب آیت 40 دار الاشاعت کراچی مولانا، عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی،

[18] ختم نبوت "ص34، ادارہ المعارف کراچی مفتی، عثمانی، محمد شفیع۔

[19] عثمانی، محمد شفیع، مفتی۔ ختم نبوت۔ ص297، ادارہ معارف کراچی

[20] التفتازانیؒ، مسعود بن عمر، الامام "التوضیح مع التلویح" جلد اول، ص 49 قدیمی کتب خانہ کراچی

[21] تقی الدین، احمد بن تیمیہ، شیخ الاسلام، اقامۃ الدلیل، جلد ثالث، ص13، المکتبہ السّلفیہ شیش محل روڈ لاھور

[22] Ayub, Shahzada Imran, Saad Jaffar, and Asia Mukhtar. "ENGLISH-CHALLENGES CONFRONTED BY CONTEMPORARY MUSLIM WORLD AND THEIR SOLUTION IN THE LIGHT OF SEERAH." *The Scholar Islamic Academic Research Journal* 6, no. 1 (2020): 379-409.

[23] طبری، محمد بن جریر، علامہ، 2004 تاریخ طبری، جلد تین، ص244، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

[24] العسقلانی، احمد بن علی حجر، الحافظ، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، جلد06، ص455، دار الحدیث قاھرہ مصر

[25] بیہقی، ابراھیم بن محمد، 2015، کتاب المحاسن والمساوی، جلد اول، ص64، فیسمائل پبلشرز نیو دھلی انڈیا

[26] اندلسی، قاضی عیاض، ص362، کتاب الشفاء 1967 مکتبہ نبویہ لاھور

[27] ایضا، ص365

[28] آلوسی، البغدادی، الحسینی، شھاب الدین محمود، العلامہ، روح المعانی جلد اول، ص65، دار احیاء التراث بیروت

[29] ملا، القاری، علی بن سلطان، شرح فقہ الاکبر لابی حنیفہ، جلد07، ص65 دار النفائس بیروت

[30] الشافعی، علی بن حسن بن ھبہ اللہ بن عبداللہ، ابن العساکر، تاریخ دمشق، 1967، جلد اول، ص294، دارالفکر بیروت

[31] 2012، ص94۔ دارالکتاب بیروت السیوطی، الحافظ، جلال الدین۔ تاریخ الخلفاء۔

[32] الجامع الترمذی فی الشمائل، ص02

[33] الطحاوی، احمد بن محمد، عقیدہ الطحاوی، 2010، ص14، مکتبہ البشری کراچی پاکستان

[34] ولی اللہ، دہلوی، المسوّی من احادیث المؤطاء 2: 293-299

[35] براھین احمدیہ، حصہ سوم۔ صفحہ 238۔ بمطابق روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 265۔

[36] Butt, Sadaf. "HUSSAIN: A SYMBOL OF RESISTANCE TO AUTHORITARIANISM: A REVIVAL OF ISLAM IN THE LIGHT OF IQBAL'S POETRY." *International" Journal of Academic Research for Humanities"* 2, no. 3 (2022): 9-16.

[37] 1البشری جلد دوم، ص65۔2دافع البلاء از مرزاغلام احمد، ص10

[38] مرزاغلام احمد، حقیقت الوحی، 1895، جلد22۔ ص72 مطبوعہ ضیاءالاسلام گورداسپور

[39] 39 مرزاغلام احمد، ایک غلطی کاازالہ، 1902، ص110، مکتبہ ضیاءالاسلام قادیان

[40] مرزاغلام احمد، ھفتیوار الحکم، 31 مئی 1901ء قادیانی پریس لاھور

[41] مرزاغلام احمد "سراج منیر" 1897 ص302۔ضیاءالاسلام پریس ضلع گورداسپور

[42] مرزابشیر احمد، کلمہ الفصل، 1915ء،

[43] 16، مطبوعہ ضیاءالاسلام مرزاغلام احمد، القول الفصل، 1915" ص

[44] مرزاغلام احمد، حقیقت الوحی، 1895۔ ص391، ضیاءالاسلام گورداسپور

[45] مرزاغلام احمد۔ تبلیغ رسالت، جلد9، صفحہ 48

[46] مرزاغلام احمد، تبلیغ رسالت، جلد 7، صفحہ 17

[47] عقیدہ ختم نبوت، علامہ طاھر القادری۔ ص755

[48] قادیانی مسئلہ، مولانا سید ابوالاعلی مودودی، ص45

[4949] مولانا سید ابوالاعلی مودودی، قادیانی مسئلہ " ص40، اسلامک پبلیکشنز لاھور

[50] ایضا 41،

[51] ایضا، ص45